رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

الفضل قادیان

THE DAILY
ALFAZL QADIAN.

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت دو پیسے

جلد ۲۲	مورخہ ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۴ اپریل ۱۹۳۵ء	نمبر ۱۳۰

قادیان میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کو ہائیکورٹ لاہور نے نادرست قرار دے دیا

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کا حکم مبہم اور غیر مؤثر ہے

لاہور ۲۔ اپریل۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور سے حسب ذیل تار ارسال فرماتے ہیں۔

آج مسٹر جسٹس کری کی عدالت میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے خلاف درخواست برائے فیصلہ پیش ہوئی۔ ہز لارڈ شپ نے فیصلہ کیا۔ کہ قادیان کی ریونیو اسٹیٹ اور ملحقہ ریونیو اسٹیٹوں کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا آرڈر مبہم اور غیر مؤثر ہے۔ ہز لارڈ شپ نے کہا۔ کہ اس ریکارڈ کی بناء پر جو میرے سامنے ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کہ آیا قادیان کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا یہ حکم (حدود کے متعلق) اس قدر معیّن ہے۔ کہ وہ صحیح قرار دیا جا سکے۔ کیونکہ بالعموم شہر کی حدبندی برجیوں اور چنگی کی حدود کی بناء پر قرار دی جاتی ہے۔

(الفضل) اس تار سے ظاہر ہے۔ کہ قادیان اور ملحقہ دیہات کی ریونیو اسٹیٹوں کے متعلق آرڈر کو ہائیکورٹ نے مبہم اور غیر مؤثر سمجھتے ہوئے نادرست قرار دیا ہے۔ اور جہاں تک شہر قادیان کی حدود کا تعلق ہے لکھا ہے۔ کہ چونکہ ریکارڈ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ آیا شہر قادیان کی حدود برجیوں اور چنگی کی چوکیوں سے معین ہیں یا نہیں۔ اس لئے میں اسکے متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ اور چونکہ حقیقتاً قادیان کی کوئی ایسی حدبندی نہیں ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے بھی یہ آرڈر درست قرار نہیں پا سکتا۔ یہ نہایت ہی قابل تعریف بات ہے۔ کہ ہائیکورٹ لاہور برطانوی انصاف کی شہرت کو قائم رکھ رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ عید الاضحی

خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرنا ہی حقیقی عید ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۶ مارچ ۱۹۳۵ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

یہ عید تو اپنے نام سے ہی اپنے مفہوم کو واضح کر دیتی ہے۔ اور اپنی تشریح و تفسیر کے لئے کسی اور بیان کی محتاج نہیں ہمارے ملک کے لوگوں نے بھی اردو میں اس کا نام عید قربانی رکھ کر اس کے مفہوم کو واضح کر دیا ہے۔ اور واقعہ میں یہ عید ایک ایسی قربانی پر دلالت کرتی ہے۔ جس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

قربانی کی قیمت

کو سمجھنے کے لئے یہ بڑا ضروری ہوتا ہے کہ معلوم کیا جائے۔ قربانی کرنے والے کا علم اور فہم کس مقام کا ہے۔ مثلاً ایک جاہل اور بے وقوف انسان جو اپنی قربانی کی حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ اپنے بچہ کو شاہ دولہ کے نام پر وقف کر دیتا ہے۔ اور وہ بچہ ساری عمر کے لئے پاگل ہو جاتا ہے۔ بظاہر یہ

اولاد کی قربانی

ہے۔ مگر اس کی کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ وہ شخص خود شاہ دولہ کے چوہوں جیسا دماغ رکھتا ہے اگر اس کے دماغ میں عقل اور سمجھ ہوتی۔ تو وہ ایسی حرکت کبھی نہ کرتا۔ جس سے اس کا بچہ ہمیشہ کے لئے علم اور عرفان سے محروم ہو جاتا۔ صرف سر چھوٹا ہونے سے عقل چھوٹی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی بڑا سر لازماً زیادہ عقلمندی پر دلالت کرتا ہے۔ بعض بڑے سر والے بیوقوف ہوتے ہیں اور بعض چھوٹے سر والوں کی عقلیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ افریقہ کے جنگلوں میں رہنے والا ایک قبیلہ ہاٹن ٹاٹ ہے۔ ان لوگوں کے سر بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ دماغ کی بناوٹ کے بعض ماہرین نے شروع شروع میں اس امر پر تعجب کا اظہار کیا۔ کہ ان میں عقل کیوں کم ہے لیکن آخر یہ نتیجہ نکالا۔ کہ ان کے دماغ کی ہڈیاں موٹی ہیں۔ اور مغز چھوٹا ہے۔ مجھے اپنے

بچپن کی بات

یاد ہے۔ کہ ہماری والدہ صاحبہ کبھی ناراض ہو کر فرمایا کرتیں کہ اس کا سر بہت چھوٹا ہے۔ تو مجھے یاد ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ یہ کوئی بات نہیں۔ گلیڈسٹن جو بہت مشہور وکیل تھا۔ اور جس کی قابلیت کی دھوم سارے ملک میں تھی۔ اس کا سر بھی بہت چھوٹا سا تھا۔ تو جو والدین اپنی اولاد کو

شاہ دولہ کا چوہا

بناتے ہیں۔ ان کے بڑے سر اس بات پر دلالت نہیں کرتے۔ کہ وہ بہت عقلمند ہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کو علم اور عرفان سے محروم کرتا ہے۔ اس کا سر اگرچہ بڑا ہی ہو۔ تب بھی وہ بے عقل ہی ہے۔ جس شخص کا اتنا دماغ ہی نہیں۔ کہ سمجھ سکے۔ خدا اور رسول کیا ہے۔ قرآن کیا ہے۔ وہ عرفان کیا حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو باپ اپنی اولاد کو اس عرفان سے محروم رکھتا ہے۔ اس کا دماغ یقیناً شاہ دولہ کے چوہوں سے بھی چھوٹا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی قربانی کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ کوئی شخص اگر کہے کہ اس نے اولاد کی قربانی کی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اولاد کی قربانی کی تھی۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ وہی بات ہے۔ کہ کسی شخص نے کسی ماہر طبیب سے پوچھا تھا۔ کہ آپ بھی علاج کرتے ہیں۔ اور عطائی فقیر بھی۔ کچھ مریض آپ کے اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ مر جاتے ہیں۔ اور کچھ ان کے اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ مر جاتے ہیں۔ پھر دونوں میں فرق کیا ہے۔ اس طبیب نے جواب دیا۔ کہ میرے ہاتھ سے جو مرتا ہے وہ بھی علم کے ماتحت مرتا ہے۔ اور ان کے ہاتھ سے جو بچ جاتا ہے۔ وہ بھی جہالت سے بچ جاتا ہے۔ نادان طبیب سے جو شخص شفا پا لیتا ہے۔ وہ علم سے نہیں بلکہ اتفاق سے پاتا ہے۔ اور ماہر طبیب کے علاج کے بعد جو مرتا ہے۔ وہ اس لئے مرتا ہے۔ کہ سب علاجوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے

موت کا دروازہ

کھلا رکھا ہے۔ پس قربانی وہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جو سمجھ کر کی جائے۔ ایک انسان چلا جا رہا ہے۔ کسی اور چیز پر کوئی فائر کر رہا تھا۔ اور یہ اتفاقاً سامنے آ جاتا اور اس طرح مر جاتا ہے۔ تو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس نے قربانی کی ہے۔ قربانی وہی ہے جو علم اور سمجھ کے ماتحت کی جائے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی ایسی ہی تھی۔ آپ نے جب

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ

کو بیت اللہ کے پاس چھوڑا۔ تو آپ جانتے تھے۔ کہ یہاں کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر آپ کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ یہ بچہ مرے گا نہیں بلکہ اس کی اولاد ہو گی۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ بستی ہزاروں سال تک دوسری دنیا کی محتاج رہے گی۔ اور اس میں کوئی چیز پیدا نہ ہو گی۔ یہ نہیں کہ آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وہاں رکھ دیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ یہ مر جائیگا۔ یہ نہیں کہ آپ اپنی ذمہ واری کو نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے اس وقت جو دعا کی وہ واضح کرتی ہے۔ کہ آپ جانتے تھے۔ کہ آپ کس غرض سے انہیں وہاں چھوڑ رہے ہیں۔ اور یہ کہ ان کی اور ان کی اولاد کی آئندہ زندگی کیسے دکھوں اور تکلیفوں میں گزرے گی۔ وہ وقتی جوش کے ماتحت یہ کام نہ کر رہے تھے۔ اور نہ ہی اسے کوئی خیالی بات سمجھتے تھے۔ یہ ایک ایسی بات تھی۔ جس کے تمام متعلقات پر انہوں نے اچھی طرح غور کر لیا تھا۔ آپ خوب سمجھتے تھے۔ کہ اس کے اثرات کیا ہیں۔ اور یہ کہ یہ خدا کے حکم کے ماتحت کی جا رہی ہے۔ اور اسی لئے آپ کی قربانی بہت ممتاز ہے۔ ورنہ کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ شاہ دولہ کے لئے بچہ کو وقف کرنے والے نے بھی بچہ کی قربانی کر دی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کر دی۔ حالانکہ دونوں میں

عظیم الشان فرق

ہے۔ شاہ دولہ کے چوہے کے باپ نے اپنی اولاد کے احساسات کو مار دیا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں بلند کر دیا۔ اور حقیقی قربانی یہی ہے۔ کہ انسان یہ سمجھ کر قربانی کرے۔ کہ اس قربانی کے اثرات کیا نکلیں گے۔ اور کتنے لمبے عرصہ تک رہیں گے۔ بعض لوگوں میں حس نہیں ہوتی کئی مریضوں کے متعلق سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کلورا فارم کی ضرورت نہیں۔ یونہی اپریشن کر دیا جائے۔ ڈاکٹر بازو یا ٹانگ کاٹ رہا ہے اور وہ آرام سے بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر کا دل گھٹتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کوئی حرج نہیں کاٹو۔ ایک شخص کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے۔ اب تو انکی اولاد احمدی ہے۔ کشمیر کے قریب ان کی ایک ریاست تھی۔ جسے راجہ کشمیر نے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ وہ بہت خوبصورت جوان تھے۔ ایک دفعہ ان کا بازو ٹوٹ گیا۔ اس زمانہ میں کوئی اچھے ڈاکٹر نہ ہوتے تھے کسی

جوڑنے والے

نے علاج کیا۔ ہڈی جڑ تو گئی۔ مگر ذرا ٹیڑھی رہی

جوڑ سیدھا نہ بیٹھا۔ ایک دن وُہ مہاراجہ گلاب سنگھ یا رنبیر سنگھ کے دربار میں بیٹھے تھے کہ مہاراجہ نے کہا۔ آپ نے ہمیں کیوں نہ بتایا۔ ہمارا ہڈی جوڑنے والا ملازم جوڑتا۔ تو ٹیڑھی نہ ہوتی۔ اب دیکھو کیسی بدنما معلوم ہوتی ہے انہوں نے بازُو کو گھٹنے کے ساتھ دبایا۔ اور پھر ہڈی توڑ کر کہا۔ کہ مہاراج اب آپ اپنے جراحوں سے جڑوا دیجئے۔ راجہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ اور اسے ایسی گھبراہٹ ہُوئی۔ کہ دربار چھوڑ کر چلا گیا۔ تو بعض لوگوں کے احساسات باطل ہوتے ہیں اور بعض کے زندہ۔ اور اس لحاظ سے دونوں کی قربانی میں

زمین آسمان کا فرق

ہوتا ہے۔ اور قربانی کی قیمت ان تمام باتوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ کہ وُہ بڑا دردمند اور رقیق القلب تھا اس لئے اس کے مقابلہ میں کسی سنگدل انسان کی قربانی کی کیا قیمت ہوسکتی ہے جب کوئی مرتا ہے تو اس کے بیسیوں رشتہ دار موجود ہوتے ہیں مگر لوگ افسوس کے لئے اس کے ماں باپ کے پاس ہی جاتے ہیں۔ دوسرے رشتہ داروں کے پاس نہیں جاتے۔ اسی لئے کہ جذبات زیادہ تر ماں باپ میں ہی پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان کا نقصان زیادہ سمجھا جاتا ہے تو قربانی کی قیمت جذبات۔ علم۔ فہم۔ عقل اور ارادہ کے ماتحت ہُوا کرتی ہے۔ ارادہ نہ ہو تب بھی قربانی کی قیمت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ کہ کسی پر کوئی فائر کرتا ہے۔ اور عین اس وقت ایک شخص سامنے آجاتا۔ اور مرجاتا ہے۔ تو یہ اس کی قربانی نہیں کہلاسکتی۔ قربانی یہ ہے۔ کہ کوئی ارادہ کے ساتھ دُوسرے کے آگے ہوجائے۔ یہ عید کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے وقت اور ایسے حالات میں کی ہے۔ کہ انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ

بہترین اور اعلیٰ درجہ کی قربانی

تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فعل نے اس کی قیمت بتادی۔ کہ ہمیشہ کے لئے اس دن قربانی مقرر کردی۔ بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ ایک موت ہے۔ جس کے لئے ہم عید مناتے ہیں۔ یہ عید علامت ہے اس بات کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچہ کو قربان کردیا۔ لوگ پیدائش کی خوشیاں مناتے ہیں۔ مگر ہمارا خدا ہمیں کہتا ہے۔ کہ جاؤ موت کی خوشیاں مناؤ۔ کیونکہ ابراہیم نے بیٹے کو قربان کردیا۔

اس میں یہ سبق ہے۔ کہ

خدا کی راہ میں قربانی

ہی حقیقی عزت ہُوا کرتی ہے۔ اور حقیقی عزت ہی قربانی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے والا کبھی ناکام نہیں رہ سکتا۔ اور جسے خدا تعالیٰ عزت دے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اب قربان ہوجاؤ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بعض مسلمان جو منافق۔ اور کمزور مسلمان تھے یہ احسان جتاتے تھے۔ کہ ہم نے اسلام قبول کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ ہمارا ان پر احسان ہے۔ کہ انہیں اسلام لانے کی توفیق دی۔ اور اس احسان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے۔ یہی کہ جاؤ۔ اور جاکر مرجاؤ قاتلوا فی سبیل اللہ۔ جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جانیں دے دو۔ یہ احسان کا بدلہ ہے۔ اسلام نے

انعام کا نتیجہ قربانی

رکھا ہے۔ جب تک قربانی نہیں۔ انعام نہیں مل سکتا۔ اور جب انعام ملے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ قربانی کرو۔ پس خدا تعالیٰ سے کوئی شخص انعام نہیں پاسکتا۔ جب تک کہ وُہ قربانی نہ کرے۔ اور ہر انعام کے بعد اسلام امید کرتا ہے۔ کہ پھر قربانی کی جائے۔ یہ ایک چکر ہے۔ جو اسی طرح چلتا جاتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم۔ یعنی سب کام رحمانیت اور رحیمیت سے شروع ہوتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ رحمانیت اور رحیمیت کا دَور لاتا ہے۔ اسی طرح ہر انعام قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور ہر قربانی کا نتیجہ انعام ہے۔

مشہور ہے۔ کہ ایک بڑے بزرگ شبلی گزرے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کے اسلامی بادشاہ کی طرف سے کسی علاقہ کے گورنر تھے۔ اور ایسے ظالم اور جابر گورنر تھے۔ کہ ان کے متعلق یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کہ انہیں بھی کبھی ہدایت ہوگی۔ وُہ ایک دفعہ بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے۔ کہ کوئی جرنیل بہت بڑی فتح کے بعد حاضر ہُوا۔ بادشاہ نے اسے خلعت دیا۔ جو اسے پہنایا گیا۔ اور سب نے اسے مبارکباد دی۔ کہ بڑی عزت افزائی ہوئی ہے لیکن بدقسمتی سے اس

جرنیل کو نزلہ

کی شکایت تھی۔ درباریوں میں رواج ہوتا ہے۔ کہ وُہ رومال ساتھ رکھتے ہیں مگر وُہ جلدی یا خوشی میں گھر سے رومال لانا بھُول گیا تھا۔ چھینک آئی۔ تو ناک سے رطوبت نکلی۔ وُہ بہت گھبرایا۔ کہ اب کیا کروں۔ اس نے ذرا نظر بچاکر اسی خلعت کے دامن سے پُونچھ لیا۔ اتفاق سے بادشاہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس نے حکم دیا۔ کہ

خلعت فوراً اُتار لی جائے

اور عہدے سے معزول کردیا جائے۔ کہ اس نے ہماری ہتک کی ہے۔ جو خلعت اسے عزت کے لئے دیا گیا تھا۔ اس سے ناک پونچھ لی ہے۔

شبلی بھی اس وقت کوئی رپورٹ دینے کے لئے بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے یہ حکم سُنکر ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اور گورنری کا پروانہ بادشاہ کے سامنے رکھ کر آپ نے کہا۔ کہ میرا استعفا منظور کر لیا جائے۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ ناراض تو میں اس پر ہُوا ہوں۔ تم کیوں روتے۔ اور استعفا دے رہے ہو۔ شبلی نے کہا کہ اس پر آپ کی ناراضگی نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اس شخص نے اپنی جان کو قربان کرکے آپ کے لئے ملک فتح کیا۔ وہ ہر روز اپنی بیوی کو بیوگی اور اپنے

بچوں کو یتیم

اور اپنی جان کو ہلاکت کے خطرہ میں ڈالتا تھا۔ وُہ ہر روز آپ کے لئے موت کے مُونہہ میں جاتا۔ اور اپنی جان کو موت کے لئے پیش کرتا تھا۔ مگر آپ نے اسے کپڑوں کا خلعت دیا۔ جس کی بے حرمتی سے آپ اتنے ناراض ہُوئے۔ کہ اس کی سب خدمات کو نظرانداز کردیا۔ لیکن میرے رب نے مجھے

کتنے خلعت

دیئے ہیں۔ ناک۔ مونہہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ اور میں انہیں روز خراب کرتا ہوں۔ شبلی گورنری کے زمانہ میں اتنے ظالم۔ اور جابر تھے۔ کہ اس کے بعد وُہ جس بزرگ کے پاس بھی گئے۔ کہ اس کے ہاتھ پر توبہ کریں۔ اس نے یہ کہکر واپس کردیا۔ کہ تمہاری توبہ نہیں قبول ہوسکتی۔ آخر وُہ حضرت جنید کے پاس پہونچے۔ جنہیں

ابو الصوفیاء

کہا جاتا ہے۔ اور کہا۔ کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ مگر سب کہتے ہیں۔ کہ میری توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ جھُوٹ کہتے ہیں۔ خدا سب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ مگر ایک شرط تمہارے واسطے یہ ہے۔ کہ اپنے دارالحکومت میں جاؤ۔ اور ہر دروازہ پر دستک دے کر مکینوں سے معافی مانگو۔ چنانچہ جہاں ایک عرصہ تک گورنری کرتے رہے تھے۔ وہاں گئے اور ہر گھر سے معافی لی۔ پھر آکر بیعت کی۔ اور ایسی

سچّی توبہ

کی۔ کہ آج وُہ بھی جنید کی طرح ہی مشہور ہیں۔ بلکہ عوام میں شبلی زیادہ مشہور ہیں۔ یہ وُہی شبلی ہیں۔ کہ منصور کو جب دار پر چڑھایا گیا۔ اور لوگ پتھر مارنے لگے۔ تو انہوں نے بھی

ایک پھُول

اٹھا کر مارا۔ آپ کا مطلب غالباً یہ تھا۔

کہ خدا کی راہ میں پڑنے والے پتھر دراصل پھول ہوتے ہیں۔ مگر منصور نے اس بات کو نہ سمجھا۔ اور خیال کیا۔ کہ شبلی نے بھی لوگوں کو دیکھ کر پتھر کے بجائے مجھے پھول مار دیا۔ تا لوگ سمجھیں۔ کہ یہ بھی مار رہا ہے۔ اس پر منصور رو پڑے اور کہا کہ عوام کے پتھر مجھے نہیں لگتے۔ مگر

شبلی کا پھول

بہت سخت لگا ہے۔ تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ ہر انعام کے لئے قربانی ضروری ہے۔ بادشاہ نے اس جرنیل کو انعام دیا تھا۔ اور اس سے یہ قربانی چاہی تھی۔ کہ اس کی عزت کرے۔ اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اسے بچائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک تلوار نکالی۔ اور فرمایا یہ میں اس شخص کو دونگا۔ جو اس کا حق ادا کرے۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے دیجئے۔ چنانچہ اسے دی گئی۔ اور وہ جب شہید ہوا۔ تو صحابہ کا بیان ہے۔ کہ اس کے جسم کے ستر ٹکڑے تھے۔ اور وہ دشمنوں کے لئے ایک آفت بنا رہا تھا۔ جہاں بھی کوئی خطرہ پیدا ہوا۔ وہ فوراً پہونچا۔ ایک بازو کٹ گیا۔ تو دوسرے میں تلوار پکڑ کر چلاتا رہا۔ وہ کٹ گیا۔ تو منہ میں لیکر چلاتا رہا۔ پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو انعام آتے ہیں۔ وہ ہمیشہ قربانی کا تقاضا کرتے ہیں وہ انعام دنیوی حکومتوں کی طرح نہیں ہوتے۔ کہ کسی کو پنشن پر بھیجنے لگے۔ تو کپتان بنا دیا۔ اس کپتان کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ جاؤ اور لڑو۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ جاؤ آرام سے گھر میں بیٹھو لیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو انعام آتے ہیں۔ وہ جسم روح۔ دل دماغ غرضیکہ ہر چیز کی قربانی چاہتے ہیں۔ اور جب تک انسان سب کچھ اس کے سامنے نہیں ڈال دیتا۔ اور اپنے آپ کو معدوم کرنیکی کوشش نہیں کرتا۔ اس وقت تک اللہ تعالےٰ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اس نے انعام کا بدلہ دیدیا ہے۔

مجھے اس مضمون کی طرف

ایک رویاء

سے بھی تحریک ہوئی ہے۔ جو چند روز ہوئے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص باہر سے آیا ہے اور اس کی بیوی اور ملازم بھی ساتھ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی آسودہ حال آدمی ہے۔ اور بعض مسائل پوچھتا۔ اور اس کے بعد اطمینان حاصل کر کے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ کچھ باتیں مجھ سے یا سلسلہ کے علماء کیساتھ کر چکا ہے۔ میں نے اُسے بڑے کمرہ میں جہاں میں ملاقاتیں کرتا ہوں۔ بٹھایا۔ اور جیسا کہ میرا قاعدہ ہے۔ کہ سوائے اس وقت کے کہ ملنے والے پتلون وغیرہ پہنے ہوں۔ فرش پر ہی بیٹھتا ہوں۔ اس وقت بھی فرش پر ہی بیٹھا ہوں ان کے دو ملازم آئے اور کوچ پر بیٹھ گئے ہیں اس کے بعد ان کی بیوی بھی آگئی۔ جو مصری یا شامی آزاد تعلیم یافتہ عورتوں کی طرح سیاہ رنگ کا برقعہ اوڑھے ہے۔ جس میں منہ۔ ناک آنکھیں ننگی ہیں۔ سر بال اور گردن وغیرہ ڈھکی ہوئی ہے۔ پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرد پورے طور پر سمجھ چکا ہے۔ اور عورت سمجھنا چاہتی ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے۔ کہ میری بیوی بھی سوال کرنا چاہتی ہے۔ اور اس کی خواہش ہے۔ کہ اُسے

رُوحانی ترقی کے گُر

بتائے جائیں۔ تصوف کی طرف اس کا میلان معلوم ہوتا ہے۔ اور صوفیاء کا جیسا قاعدہ ہے۔ کہ وہ بعض اصطلاحات بولتے ہیں۔ مثلاً مومن کو پرندہ کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عورت نے بھی کوئی ایسی اصطلاحیں بنائی ہیں اس کا خاوند میرے کان میں کہتا ہے۔ کہ اس کی خواہش ہے۔ میں روحانی پٹواری بن جاؤں چونکہ میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ اس کا میلان تصوّف کی طرف ہے۔ اس لئے اس لفظ کے سننے سے مجھے تعجب نہیں ہوتا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ جس طرح پٹواری زمینوں کی پیمائش کرتا ہے لوگوں کے حقوق کی نگرانی کرتا ہے مالیہ مقرر کرتا ہے اسی طرح اس کی خواہش ہے۔ کہ میں ایسے مقام پر پہونچ جاؤں کہ دوسروں کی نگران ہو جاؤں۔ اور میں یہی مفہوم سمجھتا ہوں۔ عورت چونکہ کچھ فاصلہ پر ہے۔ وہ بھی ذرا اونچی آواز سے کہتی ہے۔ کہ میں چاہتی ہوں۔ میں پٹواری ہو جاؤں۔ اس پر اس کا خاوند جھک کر کہتا ہے۔ کہ پیچھے جیون خاں بیٹھا ہے یہ لفظ نہ بولو۔ گویا ان دو نوکروں میں سے ایک جو میری پشت کی طرف بیٹھا ہے۔ جیون خاں ہے۔ دوسرا نوکر جیون خاں کے پاس میرے پیچھے ذرا بائیں طرف کو بیٹھا ہے۔ اس پر وہ آہستہ سے کہتی ہے۔ کہ میں چاہتی ہوں کوئی

روحانی مقام

حاصل کروں۔ اور پھر آہستہ سے پٹواری کا لفظ بولتی ہے۔ اور پھر وہ کہتی ہے۔ کہ ذرا الگ ہو کر میری بات سُن لیں۔ گویا وہ یہ نہیں چاہتی۔ کہ اس کے ملازم سُن لیں۔ اور میں ذرا پرے ہو کر اس کی بات سنتا ہوں۔ تو وہ کہتی ہے۔ کہ

عاشق کو انعام سے کیا تعلق

ہے۔ اس کا کام تو قربانی کرنا ہے۔ پھر اسے انعام سے کیا واسطہ۔ میں اسے کہتا ہوں۔ کہ اپنی بات کو ذرا اور واضح کرو۔ اس پر وہ سورۃ الرحمٰن کی کچھ آیات پڑھکر کہتی ہے۔ کہ مجھے ان پر کچھ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسی لئے اس نے کہا تھا۔ کہ الگ ہو کر بات سُن لیں۔ کہ تا نوکر اسے بے دین نہ سمجھیں۔ حالانکہ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ سورۂ رحمٰن کی ان آیات میں اللہ تعالےٰ کے انعامات کا ذکر ہے۔ میں رویاء میں سمجھتا ہوں۔ کہ گو الفاظ عام ہیں مگر یہ انعامات سارے انسانوں کے لئے نہیں۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے ہیں۔ اور وہ پوچھتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو عاشق تھے۔ انہیں انعام سے کیا واسطہ ہے۔ اس پر میں نے اُسے ایک مثال کے ذریعہ سے سمجھانا چاہا۔ اور اس سے کہا۔ کہ تم یہ بتاؤ۔ کہ ایک بادشاہ ہے اس پر غنیم حملہ کرتا ہے۔ وہ اپنے ایک

وفادار جرنیل

کو بلاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں تمہیں کمانڈر بنا کر اس غنیم کے مقابل پر بھیجتا ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ۔ کہ وہ کیا کہے۔ کیا یہ کہے۔ کہ نہیں حضور میں تو خادم اور عاشق ہوں۔ مجھے انعام کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ بہت اچھا حضور۔ اس عورت نے جواب دیا۔ کہ نہیں اسے چاہئے اس عہدہ کو قبول کر لے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ بس یہی حال یہاں ہے اللہ تعالےٰ جو انعام دیتا ہے وہ حقیقت میں قربانی ہوتی ہے۔ اس پر اس نے اپنی

تسلی کا اظہار

کیا۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔

یہ مضمون حقیقت پر مبنی ہے۔ دیکھو جنگ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد وہ لوگ کھڑے ہوتے تھے۔ جو سب سے زیادہ بہادر سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ آپ پر ہی دشمن کے تمام حملوں کا زور ہوتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ آپ پر یہ حملے نبوت کیوجہ سے ہی ہوتے تھے۔ گویا نبوت نے آپ کو بہت بڑی قربانی کے مقام پر کھڑا کر دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے انعام آتے ہیں۔ ان کے ساتھ قربانی کا تقاضا لازمی طور پر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نبی سے فرماتا ہے کہ جاؤ ہم نے دُنیا تیرے ماتحت کر دی۔ مگر پہلے وُہ دنیا جو ماتحت کیجاتی ہے پتھر مارتی ہے گند بکتی ہے۔ مقدمے چلاتی ہے۔ دُکھ دیتی ہے۔ اور اسطرح نبوت جو دراصل انعام ہے۔ دنیوی نقطۂ نگاہ سے بلا ہو جاتی ہے۔ کونسا نبی آیا جسے گالیاں نہ دی گئیں تکالیف اور ایذائیں نہ پہنچائی گئیں۔ انبیاء کو تکالیف دینے والوں کا ذہن برائی کے متعلق اتنا تیز ہو جاتا ہے۔ کہ انسان خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کہ اتنی گندی گالیاں بھی دیجا سکتی ہیں جو گالیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئیں۔ اور آپ کو ایذا رسانی کی جو تدابیر اختیار کی گئیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ کسی بڑے سے بڑے چور اور ڈاکو کے متعلق اتنی گالیاں سوچی اور دی گئی ہوں۔ تو انبیاء کے دشمنوں کا دماغ گند کی ایجاد میں کمال کو پہونچ جاتا ہے۔ اور اس طرح نبوت ایک رنگ میں انعام اور ایک رنگ میں ابتلا ہو جاتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری عمر قربانی میں گذار دی۔ مگر جب بادشاہت کا وقت آیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ آگئے۔ مگر ان کے زمانہ میں بھی خطرات ابھی باقی تھے۔ اور انہوں نے کوئی ذاتی لذت بادشاہت سے نہیں اٹھائی۔ ان کے بعد

بنو امیہ اور بنو عباس

آگئے۔ ان کے زمانہ میں ساری دُنیا فتح ہوئی۔ اور وہ امیر المومنین بن گئے۔ یہ سب انعام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے صلہ میں ملے۔ تو نبی اور خلفاء تو دُکھ ہی اٹھاتے ہیں مگر بعد میں آنیوالوں کو انعام ملتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حالت تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ

عرب میں چکی

نہ ہوتی تھی۔ اور پتھر پر کوٹ کر غلہ کا آٹا بنا لیا جاتا۔ جو بہت موٹا ہوتا تھا۔

بعد میں جب ایران فتح ہوا۔ تو وہاں سے چکیاں آئیں۔ اور عرب میں بھی باریک آٹا ملنے لگا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے سامنے باریک آٹے کے نرم نرم پھلکے رکھے گئے۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپ کی ایک سہیلی نے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان پھلکوں کا ہر لقمہ میرے گلے میں پھنستا ہے۔ اس نے کہا یہ تو نرم ہیں۔ آپ نے کہا، کہ میرے دل میں خیال آرہا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ ہوتے تو آپ کو بھی کھلاتے۔ تو

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں یہ حالت تھی۔ کہ کھانے کو موٹا آٹا ملتا تھا۔ مگر آپ کے طفیل ہزاروں بادشاہ پیدا ہوئے۔ پس نبوت بے شک انعام ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری عمر قربانی ہی کرتے رہے۔ یہی حالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہم دیکھتے ہیں۔ آپ کی ساری عمر اسی طرح گزری کہ کہیں پتھر ہیں کہیں گالیاں ہیں۔ کہیں مقدمے دائر کئے جا رہے ہیں۔ کہیں شورشیں بپا کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت بھی جب کہ ہمارے دل زخمی تھے۔ اور دنیا ہماری آنکھوں میں تیرہ و تار تھی۔ ہزاروں لوگ

مغلظ گالیاں

بک رہے اور پتھر مار رہے تھے۔ حالانکہ کسی بڑے سے بڑے چور اور بدمعاش کی وفات پر بھی یہ سلوک کبھی نہیں ہوا ہو گا۔ ہمارے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ہم نے اپنی حکومت بنا رکھی ہے لیکن کیا حکومت ایسی ہی ہوتی ہے۔ ان لوگوں میں سے کوئی ایسا شریف آدمی نہ تھا۔ جو انہیں بتا سکتا۔ کہ مرنے والے سے محبت کرنے والے لوگ اندر بیٹھے رو رہے ہیں۔ تم لوگ

خدا تعالےٰ کا خوف

کرو۔ اور ان کے دل نہ دکھاؤ۔ پھر آپ کے بعد بھی یہی حال ہے۔ بے شک اللہ تعالےٰ نے دنیا کو ہمارا غلام بنا دیا ہے۔ مگر یہ بعد والے دیکھیں گے۔ وہ زمانہ آنے والا ہے۔ جب وہ لوگ تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتے ہی مؤدب کھڑے ہو جایا کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کے آگے آج کل کے بڑے بڑے لوگوں کی اولادیں جوتیاں رکھنا باعث فخر سمجھیں گی مگر ہم نے کیا لیا سوائے گالیوں اور پتھروں کے

ہماری زندگیاں

اسی میں گزریں گی۔ اور بادشاہتیں انہیں ملیں گی۔ جو ان گالیوں کی لذت سے آشنا نہ ہوں گے۔ ہمارے لئے مقدر بھی یہی ہے۔ اور ہم چاہتے بھی یہی ہیں۔ ہاں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہمیں خود بخود کچھ مل جائے۔ تو اور بات ہے۔ مگر ہم چاہتے یہی ہیں۔ کہ ہماری عمریں مخالفتیں اٹھانے اور گالیاں کھانے میں ہی گزریں۔ کیونکہ ان میں جو

لذت اور سرور

ہے۔ وہ بادشاہتوں میں نہیں۔ یہی وہ انعام ہے۔ جو انبیاء اور رسولوں کو ملا۔ اور یہی ہم اپنے لئے چاہتے ہیں۔ یہی وہ عید ہے جو آج منائی جا رہی ہے۔

بقر عید نبیوں کے زمانہ کی عید

ہوا کرتی ہے۔ اور چھوٹی عید نبیوں کے بعد کے زمانہ کی۔ چھوٹی عید کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اب بھوک کا زمانہ گزر گیا۔ لیکن اس عید کا مطلب یہ ہے کہ آؤ قربانی کریں۔ اس لئے یہ عید

انبیاء اور ان کے خلفاء کے زمانہ کی عید

ہے۔ اور چھوٹی عید انبیاء کے بعد کے زمانہ کی ہوتی ہے۔ بڑی عید یہی ہے جو قربانیوں اور تکالیف کی ہے۔ وہ چھوٹی ہے جس میں بادشاہتیں اور حکومتیں ملتی ہیں۔ خدا کے انعام نام ہیں قربانی کا۔ ہمارے لئے تخت حکومت سولی کا تختہ ہے۔ وہی ہماری حکومت ہے۔ اور وہ تمام تکالیف جو ہمیں دی جاتی ہیں۔ انہی میں ہمارے لئے فخر ہے۔ ہم اگر ان کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ تو اپنے لئے نہیں۔ بلکہ

دوسروں کے لئے

کرتے ہیں۔ اگر ہم مخالفوں سے کہتے ہیں کہ گالیاں مت دو۔ تو اس لئے کہ ان کے اخلاق نہ بگڑ جائیں۔ اور اگر حکومت کو متوجہ کرتے ہیں۔ تو اس لئے کہ

حکومت خدا کی نظروں میں مغضوب

ہو کر تباہ نہ ہو جائے۔ ورنہ ہم تو لذت اسی میں محسوس کرتے ہیں۔ اور مومن کی عید اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ جن لوگوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جانیں دیں۔ انہوں نے عید نہیں دیکھی۔ آج وہ سامنے نہیں ہیں۔ ورنہ تم دیکھتے۔ کہ ان کے چہروں پر ایسے آثار ہوتے تھے۔ جو ظاہری عید منانے والوں کے چہروں پر ہو ہی نہیں سکتے۔ جو جان دے دیتا تھا۔ وہ یہی سمجھتا تھا۔ کہ میری عید آگئی۔ اسی لئے انہیں شہید کہا گیا ہے۔ کہ وہ

عید کا چاند

دیکھتے ہوئے مرے۔ ہر مومن جو دین کے لئے فدا ہوتا ہے۔ وہ عید دیکھتا ہے یہی عید اضحیہ ہوتی ہے۔ یہی انبیاء کے زمانہ کا نشان ہے۔ اور اسی کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

پس آؤ ہم اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں۔ اور اس کے نام کی بلندی کریں۔ کہ اس نے ہمیں اس عید کی توفیق دی۔ جو

سب سے بڑی عید

ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے فرشتے آسمان سے اترتے اور بادشاہوں کو تختوں سے اتار کر ہمیں ان کی جگہ بٹھا دیتے۔ تو ان گالیوں کے مقابلہ میں ہمارے لئے وہ چیز بالکل حقیر ہوتی۔ جن شہداء نے

افغانستان میں

جانیں دیں۔ ان کی عزت چین جاپان۔ اور افغانستان وغیرہ کے بادشاہوں سے بہت زیادہ ہے۔ اور دنیا کی ہزاروں سال کی بادشاہتیں ان کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ آئندہ

احمدی بادشاہ

جو دنیا کو فتح کریں گے۔ ان کی حیثیت ان شہداء کے مقابلہ میں وہی ہوگی۔ جو پہلوان کے مقابلہ میں بچہ کی ہوتی ہے۔ یہ قربانیاں کرنے والے خدا تعالیٰ کے دائیں ہاتھ پر تخت پر بیٹھے ہوں گے اور

بادشاہتیں کرنیوالے

مؤدب سامنے کھڑے ہوں گے۔

پس بڑے وہی ہیں۔ جن کو بڑی قربانیاں کرنے کی توفیق ملی۔ چند روزہ زندگی کیا ہے۔

اصل زندگی

وہی ہے۔ جو آئندہ شروع ہوتی ہے اور وہی ہمیشہ کی زندگی ہوتی ہے۔ اس لئے حقیقی عید وہی ہے۔ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ اور یہ عید محض کسی قربانی سے نہیں ملتی۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملتی ہے۔

نبیوں کا زمانہ

پانا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں اور لوگوں کے مانگنے سے نہیں مل سکتا غور کرو۔ اگر تم آج سے پچاس سال بعد پیدا ہوتے۔ تو کس طرح یہ نعمت پا سکتے یا اگر ساٹھ سال پہلے مر جاتے۔ تو ان نعمتوں سے محروم رہ جاتے۔ یہ

اللہ تعالےٰ کا فضل

ہے۔ کہ اس نے ہمیں اس زمانہ میں پیدا کیا۔ اور پھر عید منانے کی توفیق دی۔ اس کے بدلہ میں وہ کہتا ہے۔ کہ جاؤ دنیا میں پھیل جاؤ۔ اور جدھر جاؤ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد کہو۔ خدا کے نام کی بلندی کرو۔ اس کی حمد کرو۔ اور گم گشتہ راہ لوگوں کو اس کے حضور حاضر کرو۔ تا وہ بھی

اس نعمت سے حصہ

پائیں۔

پس قدر کرو ان ابتلاؤں کی اور تکالیف کی جو تم پر آتی ہیں۔ کیونکہ

ہر ایک قربانی اور ابتلاء

تمہارے درجہ کو بڑھاتا اور تمہیں خدا کے قریب کرتا ہے۔ یہ دکھ اور تکالیف تمہیں مایوس نہ کریں کیونکہ عید کے دن کوئی مایوس نہیں ہوا کرتا۔ عید خوشی کا نام ہے۔ جن لوگوں کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے وہ کبھی قربانیوں پر رنج نہیں کیا کرتے۔ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے کہ فرانس اور جرمنی کے جنگ کے ایام میں

ایک جرمنی بڑھیا

کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اس بڑھیا کی عمر اسّی برس کے قریب تھی۔ اس کا لڑکا مارا گیا۔ اور وزیر جنگ نے حکم دیا۔ کہ ایک بڑا افسر اس کو بلا کر یہ خبر سنائے اور اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرے۔ لکھا ہے کہ جب وہ بڑھیا یہ خبر سن کر دفتر جنگ سے باہر نکلی۔ تو اس کی خمیدہ کمر غم کے مارے اور بھی ٹیڑھی ہوئی جاتی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پھوٹ کر نکلنا چاہتے تھے۔ مگر وہ جبر کر کے قہقہہ مارتی اور ہاتھ سے کمر کو سیدھا کر کے اونچی ہوتی تھی۔ اور فخر سے کہتی تھی۔ کہ کیا ہوا میرا بچہ ملک کے لئے ہی قربان ہوا ہے۔ غور کرو دنیا داروں کے لحاظ سے یہ کتنی بڑی قربانی ہے اس کی کمر ٹیڑھی تھی۔ مگر وہ ہاتھ کا سہارا دیکر اسے سیدھا کرتی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ مگر وہ مصنوعی قہقہہ لگاتی تھی۔ اور کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لایا ہوا پیغام

اتنی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ اور اس کی اتنی بھی قدر نہیں۔ جتنی اس بڑھیا کو جرمنی کی تھی۔ اگر واقعہ میں ہمارے جذبات اس عورت سے بھی کم ہیں۔ تو ہم سے زیادہ ذلیل دنیا میں کوئی نہیں۔ اور جتنی گالیاں ہمیں دی جا رہی ہیں۔ ان سے ہزاروں گنا زیادہ کے ہم مستحق ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ کتوں سے پھڑوا دئے جائیں۔ اور درندے ہمیں کھا جائیں۔ آسمان و زمین کا خدا اپنے سپاہیوں میں ہمیں بھرتی کرتا ہے۔ اور مسیح موعودؑ کی جماعت میں جس کی تمام انبیاء خبر دیتے آئے ہیں۔ ہمیں شامل ہونے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ لڑائی میں زخم کیوں آئے۔ ہر شخص جو احمدی ہوا۔ اقرار کرتا ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنی جان دینے کے لئے نکلتا ہے۔ اور اگر اس کے دل کے کسی گوشہ میں بھی کسی انسان کا ڈر ہے۔ تو وہ

دنیا کا ذلیل ترین انسان

ہے۔ اسے تو چاہیئے۔ کہ ہر وقت سر ہتھیلی پر رکھ کر تیار رہے۔ اور ہر قربانی جو اسے کرنی پڑے۔ اس کے بعد مایوس نہ ہو بلکہ اس کے اندر نئی امنگ اور نیا جوش ہو کیونکہ ہماری تو عید ہی قربانی ہے۔ پس اے دوستو لوگوں کے لئے تو سال میں ایک عید ہوتی ہے۔ لیکن تمہارے لئے سال میں تین سو ساٹھ عیدیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو کر تمہارے لئے ہر روز عید ہے۔ پس خوش ہو جاؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قربانی کے لئے چنا ہے۔ اس لئے ان مصیبتوں۔ تکلیفوں۔ اذیتوں اور آفات کی قدر کرو۔ کہ یہ رتبہ بڑھانے والی چیزیں ہیں۔

خطبہ ثانی میں فرمایا۔

میں

دعا

کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دنوں کی قدر کرنے کی سمجھ عطا کرے۔ کیونکہ علم کے بغیر بھی کچھ نہیں ہوتا۔ جو اس نکتہ کو نہیں سمجھ سکتے کہ جن مصیبتوں سے ہم گذر رہے ہیں۔ یہ دراصل ہمارے لئے عید ہے۔ ان کے دماغ روشن کرے۔ تا وہ سمجھ سکیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت کے کس مقام پر کھڑا کیا ہے۔ آج ہمیں جو قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ دراصل انعام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن قربانیوں کا مطالبہ ہو وہ انعام ہی ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص دیکھے کہ بیٹے کو ذبح کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بکرا ذبح کرے اور جو دیکھے۔ کہ بکرا ذبح کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی جان اور مال اور عزت وغیرہ کی قربانی قبول ہوگئی۔ (?) کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کاش دوست سمجھ لیں کہ ہر قربانی جو ہم سے کرائی جاتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اور پیار کا اظہار ہے۔

اس موقعہ پر میں پھر اعلان کرتا ہوں۔ کہ سب دوست جو ان مشکلات کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے نہیں۔ کہ ہم ان سے ڈرتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ

دین کی اشاعت میں روک

پیدا کر رہی ہیں۔ وہ آئندہ سات ہفتوں تک ہر جمعرات کو روزہ رکھیں۔ تا اللہ تعالیٰ ان مشکلات کے اس حصہ کو جو دین کی اشاعت کے رستہ میں روک ہے۔ خواہ وہ افسروں کی طرف سے ہے یا رعایا کی طرف سے دور کر دے جیسا کہ میں نے بتایا تھا۔ یہ دعا بکثرت پڑھنی چاہیئے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم۔ اے اللہ جو ہم پر حملہ کرے۔ تا سلسلہ کو نقصان پہنچائے خواہ افسروں میں سے ہو۔ یا رعایا میں سے تو اس کے مقابل پر ہماری طرف سے تلوار چلا۔ اور ہمیں ان کے شرور سے محفوظ رکھ یہ مت سمجھو کہ یہ کوئی معمولی سی دعا ہے اور تم بغیر ہتھیاروں کے ہو۔ یہ دعا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے کہ جب کوئی قوم تم پر حملہ آور ہو۔ تو یہ دعا کرو۔ خدا اسے تباہ کر دے گا۔ اگر یہ دعا سچے دل سے کرو گے تو اس کے ایسے اثرات دیکھو گے۔ جو دنیا کے لئے عبرت کا موجب ہونگے۔ پھر

ایک اور دعا

ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی۔ اور فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ جو دنیا کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رب کل شیء خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی اس کو بھی کثرت سے پڑھو۔ اور اخلاص سے پڑھو کہ یہ بھی اس زمانہ کے آفات سے محفوظ رہنے کے لئے ہے۔ اگر یہ دعائیں پڑھتے رہو گے۔ تو دشمن خواہ افسروں میں سے ہوں یا رعایا میں سے خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے۔ یا تو ہدایت پا جائیں گے۔ یا پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایسی عبرت انگیز سزائیں دے گا۔ کہ وہ محسوس کریں گے۔ کہ ہم نے اس کے بندوں کو دکھ دے کر اس کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکا لیا ہے۔ میں نے کبھی کسی کے لئے بد دعا نہیں کی۔ اور نہ ہی اب کرنے کو تیار ہوں۔ مگر اب جو مشکلات دین کی اشاعت کے راستہ میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضرور کہونگا۔ کہ خدا کرے یا تو یہ لوگ سمجھ جائیں۔ اور اگر ان کے دلوں پر ازلی شقاوت کی مہر لگ چکی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کو پکڑے۔ تا دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ خدا کے سلسلہ پر ہاتھ اٹھانا خود خدا پر ہاتھ اٹھانا ہے۔

انصار اللہ کے متعلق اعلان

انصار اللہ کی فروری کی رپورٹیں توقع سے بہت کم موصول ہوئی ہیں۔ احباب کو جلد اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ بعض انصار اللہ مفصل رپورٹ کی بجائے اپنے مختصر خط پر ہی اکتفا کرتے ہیں ان کی کارگذاری کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ دفتر نے اس غرض کے لئے جو فارم چھپوائے ہیں۔ ان پر رپورٹیں آنی چاہئیں۔

نیز جماعتیں انصار اللہ کے کام کے لئے تحریک کر کے بیداری پیدا کریں۔ اور انصار اللہ ہر جگہ قائم کی جائیں۔ یہ تبلیغ کے خاص دن ہیں۔ ناظر دعوت و تبلیغ

موگا کے افسران پولیس کا شکریہ

چند دن سے یہاں ایک احراری امیر الدین لیکچر آیا ہوا ہے۔ اس نے ۲۷ مارچ احمدیوں کے خلاف نہایت بیہودہ تقریر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات والاصفات پر سخت ناجائز حملے کئے۔ اور فحش باتیں منسوب کیں۔ دوران تقریر میں اس نے یہ بھی

نیشنل لیگ قادیان کا خاص اجلاس

مقامی پولیس۔ حادثۂ کراچی اور احراریوں کی فتنہ پردازیوں کے متعلق قراردادیں

قادیان۔ ۱۲ اپریل۔ کل ممبران نیشنل لیگ قادیان کا ایک خاص اجلاس بصدارت قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی۔ اے پریذیڈنٹ نیشنل لیگ چھ بجے شام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم کے مکان پر منعقد ہوا۔ جس میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی گئی۔ اور موجودہ تکلیف دہ اور اشتعال انگیز حالات میں احمدیوں کو پُرامن رہنے کی تلقین کی گئی۔ نیز مندرجہ ذیل ریزولیوشنز باتفاق رائے جملہ ممبران پاس کئے گئے۔

ا۔ نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس اس امر پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ کہ ایک پولیس مین نے ایک احمدی عورت کی شرمناک طریق پر ہتک کی۔ لیکن باوجود رپورٹ دینے کے افسران نے اب تک اس شخص کو مناسب سزا نہیں دی۔ لیگ حکومت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اور امید کرتی ہے۔ کہ اپنی قدیم روایات کے مطابق حکومت ایک عورت کی عزت پر اپنے سپاہی کی پرسٹیج کو ترجیح نہیں دے گی۔ اور باوجود اس اختلاف کے جو اس وقت بعض حکام کو احمدیوں سے ہے۔ اس معاملہ میں حکومت کا طرز عمل ثابت کر دیگا۔ کہ وہ جن پر ناراض ہو۔ ان سے بھی اس کمینہ سلوک کو (جیسا کہ اس سپاہی نے کیا) برداشت نہیں کرتی

۲۔ نیشنل لیگ اس امر پر اظہار افسوس کرتی ہے۔ کہ قادیان کے ایک احمدی سائیکل مرچنٹ محمد اسماعیل صاحب صدیقی کو بعض احراریوں نے رات کے وقت مکان کے اندر بند کر کے مارا۔ اور پولیس کو جب لوگ اطلاع دینے گئے۔ تو تھانے کا دروازہ نہایت مشکل سے کھولا۔۔ اس وقت ابھی دفعہ ۱۴۴ جاری تھی۔ اس لئے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ کہ دفعہ ۱۴۴ کی موجودگی میں مجمع غیر قانونی کو منتشر کیوں نہ کیا گیا۔ نیشنل لیگ چیف سکرٹری صاحب پنجاب اور انسپکٹر جنرل صاحب پولیس سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ اس بارہ میں تحقیق کر کے مناسب کارروائی کریں۔

۳۔ نیشنل لیگ قادیان اس امر پر افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ کہ کراچی میں نہتے مسلمانوں پر گولی چلائی گئی جس کی وجہ سے ۳۷ آدمی مارے گئے۔ اور سو سے زائد آدمی زخمی ہوئے۔ لیگ اس امر کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ عوام الناس کو بھڑکانے کا ناپسندیدہ فعل بعض مسلمانوں سے سرزد ہوا۔ اور اس بارہ میں ہرگز ان کی تائید نہیں کر سکتی لیکن وہ یہ بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ کہ بغیر کسی ظاہری فساد کے اس قدر جانوں کو ضائع ہونے دیا گیا۔ ہمارے نزدیک ایسے موقعہ پر کسی اور مؤثر ذریعہ سے کام لیا جاتا۔ یا پہلے سے لوگوں کو جمع ہی نہ ہونے دیا جاتا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ہند اس واقعہ کی تحقیق کر کے مسلمانوں کی دلجوئی کرے گی۔

۴۔ نیشنل لیگ کو مختلف ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ احرار قادیان اس فکر میں ہیں۔ کہ قادیان کے امن کو برباد کرنے کے لئے لوگوں میں اشتعال پھیلانے کے مختلف طریقے اختیار کریں۔ جس کے نتیجہ میں بدامنی کی وارداتیں ہوں۔ اور اس طرح جماعت احمدیہ کو یہ ظاہر کر کے بدنام کیا جا سکے کہ ان کی وجہ سے احرار کی زندگیاں خطرہ میں ہیں ہم حکومت پنجاب کو احرار کی اس منصوبہ بازی کو قبل از وقت آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ تا کہ حکومت اس فتنہ کے سدباب کے لئے مناسب تدابیر اختیار کر سکے۔

۵۔ نیشنل لیگ ذمہ دار حکام کی توجہ اس نہایت ہی گندے دل آزار۔ اشتعال انگیز۔ اور امن عامہ کو برباد کرنے والے پوسٹر کی طرف مبذول کراتی ہے۔ جو ملتان کے کسی شخص مسمی محمد غلام نے بعنوان "متنبی غلام احمد قادیانی کی نبوت کا بطلان" اقبال پریس ملتان میں چھپوا کر شائع کرایا ہے۔ اور جسے احرار قادیان کے ایک سرگرم رکن نے احرار کے بورڈ پر چسپاں کر کے عین بازار کے چوک میں آویزاں کیا۔ جہاں کئی دن تک لٹکا رہا اس پوسٹر میں لوگوں کو احمدیوں کے قتل کرنے ان کے اموال اور جائدادوں پر قبضہ کرنے اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کرنے کی صاف اور کھلے الفاظ میں تلقین کی گئی ہے۔ ایسے لٹریچر کو شائع کرنے کی اجازت دینے کے یہ معنے ہیں۔ کہ ملک کا امن برباد ہو کر قتل و غارت اور خونریزی اور لوٹ مار شروع ہو جائے۔ لہٰذا یہ لیگ ذمہ دار حکام سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ اس پوسٹر کے شائع کرنے والوں کو سخت سے سخت سزا دے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے پبلک میں اس کی اشاعت کر کے امن عامہ میں خلل ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ سختی سے نوٹس لے۔

۶۔ ان قراردادوں کی نقول حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ حکام ضلع گورنمنٹ پنجاب گورنمنٹ ہند اور پریس کو ارسال کی جائیں۔

(سیکرٹری نیشنل لیگ قادیان)

مستعد نامہ نگاروں کی ضرورت

اخبار "الفضل" کو زیادہ سے زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مختلف مقامات سے اہم اور ضروری خبریں بھیجنے والے نامہ نگاروں کی ضرورت ہے۔ جو احباب اسے دینی اور قومی خدمت سمجھ کر سرانجام دینے کے لئے تیار ہوں۔ وہ فوراً مطلع فرمائیں۔ تار اور خط و کتابت وغیرہ پر جو خرچ ہوا کریگا۔ وہ ادا کر دیا جائیگا۔ اور روزانہ اخبار مفت ارسال خدمت کیا جائیگا۔ ہوشیار اور مستعد اصحاب جو عمدگی سے یہ خدمت سرانجام دے سکیں۔ جلد توجہ فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

"الفضل" کے مستقل خریداروں کیلئے رعائت

جیسا کہ ایک گزشتہ پرچہ میں اعلان کیا گیا۔ آئندہ سے روزانہ اخبار کا ایک پرچہ چار صفحہ کی بجائے آٹھ صفحہ کا اور دوسرا بارہ صفحہ کا شائع کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ مگر باوجود اس کے مستقل خریداروں کے چندہ میں کوئی اضافہ نہ کیا جائیگا۔ بلکہ ان سے سابقہ قیمت کے علاوہ چھ ماہ کے لئے اڑھائی روپے ہی لئے جائیں گے۔ جو چار صفحہ کے لحاظ سے قیمت مقرر کی گئی تھی۔ اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے احباب کو چاہئے۔ کہ جلد مستقل خریدار بن کر اپنے نام اخبار جاری کرا لیں۔ اور جو صاحب پہلے خریدار ہیں۔ انہیں کوشش کرنی چاہئے۔ کہ دوسرے اصحاب کو خریدار بنائیں۔ تا کہ اخبار کے اخراجات میں جو بہت بڑا اضافہ کیا گیا ہے۔ وہ پورا ہو سکے۔

ہوشیار اخبار فروخت کرنیوالے ایجنٹوں کی ضرورت

مختلف مقامات پر اخبار فروخت کرنے والے ایجنٹ اصحاب کو چاہئے۔ کہ اخبار کی اشاعت کے لئے پوری سرگرمی سے کوشش کریں۔ جلد سے جلد انہیں اخبار پہونچانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ نیز ہمیں بڑے بڑے شہروں لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ وغیرہ میں ایسے باہمت نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو اپنا سارا وقت اخبار فروخت کرنے میں صرف کر سکیں۔ ان کو سائیکل خرید کر دیئے جائیں گے۔ اور کمیشن بھی معقول دیا جائیگا۔ ہوشیار اور سرگرم اصحاب اس کے لئے فوراً خط و کتابت کریں۔ (مینجر "الفضل")

الفضل کے ایجنٹوں کیلئے ضروری اطلاع

جیسا کہ قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے۔ روزانہ اخبار کے چار صفحات کا حجم بڑھا کر آٹھ صفحات کر دیا گیا ہے حسب ذیل احباب کو جنہیں پہلے پرچہ بذریعہ ڈاک جاتا تھا۔ اب بوجہ اسکے کہ حجم زیادہ ہو جانیکے باعث محصول بڑھ جائیگا۔ آئندہ پرچے بذریعہ ریل بھیجے جایا کرینگے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے سٹیشن سے وصول کرنیکا فوراً انتظام کر لیں۔ مینجر۔ میاں سلطان محمد صاحب جہلم۔ میاں محمد امیر

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

روما ۳۰ مارچ۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ابی سینیا کی حکومت نے اطالیہ سے براہ راست گفت و شنید کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ابی سینیا ثالث مقرر کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ لیکن اطالوی حکومت اس تجویز کو بدرجہ آخری منظور کر سکتی ہے۔ عام طور پر یہ اظہار رائے کیا جا رہا ہے کہ ابی سینیا و اطالیہ کے تنازع سے صورت حالات حد درجہ نازک ہو چکی ہے۔

ڈھاکہ ۳۰ مارچ۔ ڈھاکہ سنٹرل جیل میں آٹھ انقلاب پسند قیدیوں نے ۶۳ دن سے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ ان کو حکام جیل کے رویہ نیز خوراک وغیرہ کی خرابی کے خلاف شکایت ہے۔

نئی دہلی ۳۱ مارچ۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ ہز ایکسی لنسی وائسرائے نے آنریبل کنور جگدیش پرشاد کو ۳ سال کے لئے دہلی یونیورسٹی کا پرو چانسلر مقرر کیا ہے۔ یہ تقرر ۲ اپریل ۳۵ء سے شروع ہوتا ہے۔

لاہور ۳۰ مارچ۔ بابو راجندر پرشاد پریذیڈنٹ انڈین نیشنل کانگرس ۵ اپریل کو لاہور پہنچیں گے۔ اور ایک ہفتہ کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں کا دورہ کریں گے۔

بمبئی ۳۰ مارچ۔ ۱۲ کروڑ ۹۱ لاکھ ۸۱ ہزار ۴۹۹ روپیہ کا سونا ممالک غیر کو بھیجا گیا۔ اس کا زیادہ حصہ لنڈن جائے گا۔ جس دن سے برطانیہ نے طلائی معیار ترک کیا ہے۔ ۱۲ ارب ۲۶ کروڑ ۸۴ لاکھ ۳۱ ہزار ۳۵۹ روپے کا سونا غیر ممالک کو جا چکا ہے۔

میڈرڈ ۲۹ مارچ۔ ہسپانوی وزارت نے استعفیٰ داخل کر دیا ہے۔ وزراء نے اپنے استعفوں میں علیحدگی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حکومت نے آسٹریا کی بغاوت میں حصہ لینے والے اشخاص کی سزائے موت کو ملتوی کر دیا ہے۔

نئی دہلی ۳۰ مارچ۔ اسمبلی کے اجلاس میں حکومت کی طرف سے اصلاح دیہات کے کام کے لئے ایک کروڑ تیرہ لاکھ روپیہ منظور کرنے کی تحریک پیش ہوئی جو پاس ہو گئی۔

پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں مسٹر بائڈ فنانس ممبر نے بتایا۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے اصلاح دیہات کے لئے جو روپیہ منظور کیا ہے۔ اس میں سے ساڑھے سات لاکھ روپیہ پنجاب کو ملیگا۔ جو پنجاب گورنمنٹ کے زیر اہتمام خرچ کیا جائے گا۔

الہ آباد ۲۹ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ یو پی کے کسانوں کی صوبائی کانفرنس کا اجلاس ۲۷-۲۸ اپریل کو منعقد ہوگا۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل صدارت کے فرائض سرانجام دیں گے۔

اودھ کے تعلقداروں نے ہز ایکسی لنسی سر ہیری ہیگ۔ کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کر کے کونسل کے قوانین اعانت مزارعین کے ناکافی ہونے پر زور دیا۔ اور اقتصادی پست حالی کا حوالہ دے کر بتلایا ہے۔ کہ اجناس کی قیمتیں بہت گر گئی ہیں اور مزارعین پر اس کا برا اثر پڑ رہا ہے۔ اس کا انسداد کرنا چاہیئے۔

کراچی ۳۰ مارچ۔ سکھر پولیس نے ایک مشہور ڈاکو غازی نامی کو گرفتار کیا ہے۔ بہت سا مال مسروقہ بھی اس سے برآمد ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جیکب آباد اور دیگر اضلاع میں اسی کی وجہ سے ڈاکہ زنی کی وارداتیں ہوتی رہی ہیں۔

ماسکو ۲۹ مارچ۔ کارل مارکس کے مجسمہ کے نیچے سٹالن اور مسٹر ایڈن دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ تمام باتیں انگلستان اور روس کے تعلقات کے استحکام۔ مشرق میں قیام امن اور چین کی سیادت سے تعلق رکھتی تھیں۔

لاہور میں سر میاں فضل حسین صاحب کا شاندار استقبال

لاہور یکم اپریل۔ سر میاں فضل حسین صاحب کی تشریف آوری پر ان کا نہایت عظیم الشان اور پرجوش استقبال ہوا۔ بلدیہ لاہور نے سٹیشن ہی پر سپاسنامہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ شہر کے ہندو مسلمان سکھ اور تمام دوسرے طبقوں کے اکابر سٹیشن پر موجود تھے۔ پلیٹ فارم پر بنات بچھی ہوئی تھی۔ ایک سٹیج بنا کر اس پر ایک شاندار کرسی رکھی تھی۔ سٹیشن سے باہر تمام سڑکوں پر اور بالخصوص آنریبل میاں صاحب کے دولت کدہ کو جانے والی سڑک پر دور تک سکولوں کے طلبہ دونوں طرف رنگین پگڑیاں باندھے بیٹھے تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے فرنٹیر میل پہنچی۔ بعض اکابر نے سیلون میں میاں صاحب کا استقبال کیا۔ سیلون سے جب میاں صاحب باہر نکلے تو ان کے گلے میں ہر طرف سے پھولوں کے ہار پڑنے لگے۔ لیکن اجتماع اس قدر زیادہ تھا۔ کہ اکثر اصحاب کے ہار ان کے ہاتھوں میں رہ گئے۔ جب میاں صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔ تو ملک محمد الدین صاحب ایم۔ ایل۔ سی صدر بلدیہ لاہور نے سپاسنامہ پیش کیا۔

کلکتہ یکم اپریل۔ لفٹنٹ کرنل سر حسن سہروردی چیف میڈیکل آفیسر ایسٹ انڈیا ریلوے سابق وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی وائسرائے ہند کے آنریری سرجن مقرر کئے گئے ہیں یہ پہلے ہندوستانی ہیں۔ جنہیں اس عہدہ پر مقرر کیا گیا

لنڈن یکم اپریل۔ اعلان کیا گیا ہے کہ وزیر اعظم پر زکام کا جو شدید حملہ ہوا تھا اس سے آپ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ اور سلور جوبلی کی تقریبات کے دوران میں اور کچھ ماہ بعد بھی آپ بدستور اپنے فرائض سرانجام دیں گے۔

برلن یکم اپریل۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی کی مسلح افواج کی تعداد اب ۷۵۰۰۰۰ ہو گئی ہے۔ اور چونکہ اس کے واسطے روپیہ کی بہت ضرورت ہے۔ اس لئے وزارت مال بجٹ کو متوازن رکھنے کے لئے تدابیر سوچ رہی ہے۔ اس دوران میں کام کو چلانے کے لئے ایک خاص آرڈر جاری کر دیا گیا ہے۔

لنڈن یکم اپریل۔ ملک معظم کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ سلور جوبلی کے موقع پر وہ ہندوستان کی پبلک انجمنوں اور افراد کی طرف سے تہنیت کے ایڈریس اور ہدایا قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے حکومت ہند انگلستان ارسال کرنے کے لئے وصول نہیں کرے گی

راولپنڈی یکم اپریل۔ پولیس ایک سال کی تحقیق کے بعد تیس ہزار روپیہ کے سونے کی چوری کی سراغ رسانی میں کامیاب ہو گئی ہے۔ یہ سونا جو تو سو تولہ وزنی تھا مئی ۱۹۳۳ء میں امرتسر اور جالندھر کے درمیان فرنٹیر میل سے چرایا گیا تھا۔ پولیس نے اس چوری کے سلسلہ میں ایک جماعت کو گرفتار کیا ہے جس کے قبضہ سے دو سو تولہ سونا ملا۔ اور امرتسر کی فرم کی مہر کے نشان بھی اس پر موجود ہیں دو افسروں کی نگرانی میں پولیس کی ایک جماعت نے موضع تیر ضلع ہری پور پر دھاوا کر کے ایک ایسے شخص کو گرفتار کر لیا جو اس جماعت کا سرغنہ تھا۔ اور جس کے

جماعت احمدیہ لائل پور کا سالانہ جلسہ

لائل پور میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ ۶-۷ اپریل ۳۵ء کو ہوگا۔ گرد و نواح کی جماعتیں کثرت سے شامل ہوں۔ طعام و رہائش کا انتظام جماعت احمدیہ لائل پور کی طرف سے ہوگا۔ احباب اپنا بستر ہمراہ لائیں

ناظر دعوت و تبلیغ۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی